R. No. 2180/57 Regd. No. A. 922

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

Telephone No. 2

Telegrams "ANJUMAN"

قیمت
سالانہ تین روپے
ایک پرچہ
دس نئے پیسے
تاریخ اشاعت
۲۲-۱۰-۶۲

جلد ۲۱ - شمارہ ۴۰ | ایڈیٹر - آل احمد سرور | علی گڑھ - ۲۲ اکتوبر سنہ ۱۹۶۲ء

نادم سیتاپوری

مردان علی خاں رعنا
(تلمیذ غالب)

غالب کثیرالاحباب بھی تھے اور کثیرالتلامذہ بھی۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ ان کے شاگردوں کی تعداد دو سو کے قریب تھی۔ لیکن جناب مالک رام نے اپنے بیش قیمت تذکرہ "تلامذۂ غالب" میں مرزا کے جن شاگردوں کا ذکر کیا ہے ان کی تعداد ڈیڑھ سو کے اندر ہی ہے۔ یعنی صرف ۱۴۶ شاگردوں کے تحقیقی حالات اس تذکرے میں شامل کئے گئے ہیں اور جناب مالک رام نے محققانہ احتیاط کے خیال سے بعض ایسے لوگوں کو "تلامذۂ غالب" میں شامل نہیں کیا ہے جن کے متعلق وہ پوری طرح پر مطمئن نہ ہو سکے۔ مثلاً حافظ محمد حسین بسمل خیرآبادی وغیرہ ـــــــ !

"تلامذۂ غالب" غالبیات کے سلسلے کی ایک ایسی اہم کڑی ہے جسے اس دور کا ایک تاریخی کارنامہ کہنا چاہئے لیکن اس کے باوجود بھی اس تذکرے میں غالب کے بعض ایسے شاگردوں کے حالات نہیں ملتے جن کا شاگردِ غالب ہونا شک و شبہ سے بالاتر ہے خصوصاً منشی مراد علی خاں رعنا مرحوم! جو نہ جانے کس طرح جناب مالک رام کی محققانہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے!

منشی مراد علی خاں رعنا کا حال ممکن ہے تلاش سے کسی تذکرے میں بھی مل جائے لیکن جہاں تک میری رسائی ہو سکی ہے رعنا کا ذکر سب سے پہلے شیخ فدا علی عیش لکھنوی (عرف اچھے صاحب) نے اپنے مجموعہ واسوخت "شعلۂ جوالہ" کے دوسرے حصہ میں کیا ہے۔ یہ مجموعہ (شعلۂ جوالہ) جس کی ضخامت ۹۱۰ نو سو دس صفحات ہے ۱۲۹۵ھ میں مطبع نول کشور لکھنؤ نے شائع کیا تھا۔ اگر اس مجموعہ کی ترتیب تالیف کے چار پانچ سال بھی شامل کر دئے جائیں تو اسے ایک صدی قبل کا بیش قیمت سرمایہ کہا جا سکتا ہے۔ "شعلۂ جوالہ" کا صرف ایک ہی ایڈیشن ۱۲۹۵ھ میں چھپا تھا۔ اب تقریباً کمیاب ہے۔ انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ کے کتب خانے میں اس کے دونوں حصے محفوظ ہیں۔

اچھے صاحب عیش گزشتہ لکھنؤ کے ان یادگار باکمالوں میں تھے جنھوں نے ساری زندگی تن دہی کے ساتھ شعر و ادب کی گراں قدر خدمت کی تھی۔ تقریباً ایک درجن مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتابوں کے مصنف تھے۔ میر کلو عرش مرحوم (خلف میر تقی میر) سے شرف تلمذ تھا اور نسبی حیثیت سے شیخ زادگان لکھنؤ کے اس خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس سے شاہان اودھ نے براہ راست اودھ کا اقتدار حاصل کیا تھا۔ اور اب اس خاندان میں عیش کے حقیقی پوتے جناب شیخ تجمل حسین بہار (رئیس بسواں ضلع سیتاپور) کے سوا کوئی دوسرا باقی نہیں ہے۔

"شعلۂ جوالہ" اردو و فارسی کے تخمیناً پچاس شعراء کے مطبوعہ و غیر مطبوعہ "واسوخت" کا ایک عظیم مجموعہ ہے اور اردو زبان میں اپنے رنگ کی پہلی کتاب ہے جس میں ہر شاعر کے مختصر حالات بھی دئے گئے ہیں گویا ایک طرح سے یہ مجموعہ مجموعہ واسوخت بھی ہے اور ایک چھوٹا سا تذکرہ بھی۔

اس مجموعہ کا پہلا حصہ نواب یوسف علی خاں ناظم (والی رامپور) اور حصہ دوم منشی مردان علی خاں رعنا سے منسوب کیا گیا ہے۔ مجموعہ کے ابتدا میں خود اچھے صاحب عیش کا لکھا ہوا مختصر سا دیباچہ اور اسی کے نیچے انھیں کا ایک قطعہ تاریخ بھی ہے جس کا آخری شعر ہے:

لکھا مصراع سال طبع یوں مشغوط ہیں ہم نے
یہ کیا اچھا ہے گلدستہ گلستان محبت کا

عیش مرزا رجب علی بیگ سرور کے معاصرین نہ تھے بلکہ ان کے ہم رنگ شعار بھی تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ لکھنؤ میں جس قسم کی مقفیٰ اور مسجع اردو نثر کا رواج انقلاب ۱۸۵۷ء سے پہلے ہوا تھا یہ بھی اس کے بانیوں میں سے ایک تھے۔ خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی نے اپنے "تذکرہ آب بقا" میں مختصر طور پر عیش کا ذکر کیا ہے۔

"شیخ فدا علی صاحب عیش لکھنوی تلمیذ امیر علی عرش دہلوی و خلیل لکھنوی۔ ان کے پڑھنے کا انداز بہت اچھا تھا شعر کی تصویر کھینچ دیتے تھے، نہایت خوش گو تھے۔ دہلی وضع تھی۔ چوگوشیہ ٹوپی پہنتے تھے۔ تخمیناً ستر برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ نثر بھی اچھی لکھتے تھے۔"

(صفحہ ۱۰۷، تذکرہ آب بقا مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ فروری ۱۹۱۸ء)

عیش کی تصانیف میں مثنوی نجم طالع، گنج شہیداں، اور گلگشت عیش وغیرہ کافی مشہور و مقبول ہو چکی ہیں ان کے علاوہ غیر مطبوعہ کتب میں "حالات غدر" و کلیات عیش میرے کتب خانے میں موجود ہیں۔

عیش نے ۱۳۱۶ھ میں بمقام لکھنؤ وفات پائی۔

"شعلۂ جوالہ" میں مشاہیر کے علاوہ لکھنؤ کے بہت سے ایسے شاعروں کا ذکر بھی ملتا ہے جن کے حالات عام طور سے تذکروں میں نہیں ملتے اس کے علاوہ اس مجموعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ عیش نے اپنے معاصرین کے جو حالات درج کئے ہیں وہ زیادہ تر براہ راست حاصل کئے گئے ہیں۔ یوں تو اکثر شعراء کے حالات صرف ایک ایک صفحہ میں لکھے گئے ہیں لیکن نواب یوسف علی خاں ناظم، نواب مرزا شوق، امیر مینائی اور منشی مردان علی خاں رعنا کا ذکر کافی تفصیل سے کیا گیا ہے چونکہ "شعلۂ جوالہ" کا دوسرا حصہ منشی مردان علی خاں رعنا کے نام سے معنون کیا گیا ہے اور ان کا جو واسوخت شامل کیا گیا ہے وہ براہ راست رعنا ہی سے حاصل کیا گیا ہے اس لئے قیاس یہی کہتا ہے کہ رعنا سے عیش کے خود ذاتی تعلقات تھے ممکن ہے دونوں ایک دوسرے سے مل بھی چکے ہوں۔ عیش نے جو تفصیلی حالات ان کے لکھے ہیں وہ غالباً رعنا ہی سے حاصل کئے گئے ہیں۔ ان حالات کے ساتھ رعنا کا ایک طویل اردو واسوخت بھی اس میں شامل ہے جس کا مطلع ہے:-

عشق موقوف نہیں ہے دل انسان پہ آہ
کون سا دل ہے کہ ہے عشق سے جس دل کو پناہ

رعنا کے جو حالات عیش نے صفحات (۴۰۱-۴۰۳) "شعلۂ جوالہ" میں لکھے ہیں وہ بلا کم و کاست درج ذیل ہیں:-

"منشی مردان علی خاں رعنا۔ جناب ممدوح قوم سے افغان یوسف زئی گر شریف ہیں۔ اصل اسلاف کی ولایت افغانستان سے ہے مگر عہد شاہجہاں بادشاہ سے اور وطن بار شہر مرادآباد جو نام سے سلطان مراد بن شاہجہاں کے بسا ہے اس شہر کے متوطن اور روسا سے ہیں۔ بزرگ ان کے سلاطین دہلی سے لے کر تا تسلط وزیر اودھ جاگیردار و مختار رہے حضرت سے سرکار انگریزی ملک پنجاب و سرحد افغانستان میں ۱۸۴۸ء تا ۱۸۶۱ء کمال لیاقت اور شجاعت اور نام آوری اور عزت سے روزگار پیش قرار کیا۔ ہزاروں روپیہ انعام اور اکثر اسناد کارگزاری پائیں اور نرمی اور خیرخواہی سے مورد تحسین و آفرین حکام گورنمنٹ برٹش رہے۔ بعدہٗ روزگار سے استعفا دے کر ریاست کپور تھلہ و مالیر کوٹلہ ملک پنجاب و الور میں ممتاز رہے اور ذاتی لیاقت اور رسائی اور تدبیر سے ہر ریاست میں مشکل کام سرانجام میں تا حکم عالیہ گورنری اعلیٰ ہند فتحیاب رہے اور ہر جگہ سے خود ترک روزگار کیا اور ۱۸۶۹ء سے حسب الطلب والی ملک کے جودھ پور میں آ کر نائب دیوان ریاست مقرر ہوئے ہر گز و مہ ان کے حسن سلوک اور خوش وضعی کا مداح ہے۔ حکام انگریزی اور سری مہاراجہ صاحب بہادر والی مارواڑ بھی بہت عزت و عنایت کرتے ہیں۔ اکثر اعلیٰ اعلیٰ حکام انگریزی سے تا جناب وائسرائے و گورنر جنرل بہادر ہند حال اور نوابان عالی شان اور راجگان و مہاراجگان والی ملک سے ملاقات ہے اور سب تعظیم و تکریم سے پیش آتے ہیں۔ سن چالیس سے تجاوز ہو چلا۔ قد و قامت تناسب اعضا، خط و خال، چہرہ مہرہ، وجاہت خدا داد اور سیرت و صورت سے اسم بامسمیٰ اور بے شبہ جوان رعنا ہیں، فکر سلیم، طبع مستقیم، ذہن رسا، طبیعت میں ہیچ اور ذکا، طینت پاک، دل صاف، ہر بات میں انداز، یاروں کے یار، مزاج میں انکسار، شاطر ہے، ہیچ خلیق، متواضع، بامروت، رقیق القلب، با اوقات، کریم النفس، عالی ہمت، جہاں آشنا، خوش پوش، خوش وضع، لطیف ظریف، اور بڑے آن بان کے یک رنگ شخص ہیں، ان کے مکاتبات اور کارنامے قابل اس کے ہیں کہ بطور یادگار آب زر سے لکھے جاویں۔ اکثر کمیٹی و انجمن علمی وغیرہ واقع ہندوستان کے ممبر بھی ہیں اور رائے صواب ان کی ہر مقابلے میں برجستہ اور عمدہ ہے۔ جفاکشی اور محنتی حد درجہ۔ حتی الوسع اوقات عزیز کی سب سے زیادہ قدر کرتے ہیں اور اکثر وقت آپ کا بعد فراغ امور منصبی کے ہمیشہ تحریر یا مطالعہ کتب میں صرف ہوتا ہے۔ کلکتہ سے تا جموں و پشاور اور شملہ سے تا دیوان و راجپوتانہ سیاحت ہندستان کی ہے۔ (باقی صفحہ پر)

ہماری زبان

۲۲ر اکتوبر ۱۹۶۲ء

بہادر شاہ ظفر کی یاد میں

۷ر نومبر ۱۹۶۲ء کو بہادر شاہ ظفر کے انتقال کو سو سال ہو جائیں گے۔ مغلوں کا یہ آخری تاجدار، صرف اُردو کا ایک ممتاز شاعر ہی نہیں تھا، بلکہ ہماری پہلی جنگ آزادی میں اس کا جو حصّہ رہا ہے اس کی وجہ سے قومی تاریخ میں بھی اس کا ایک خاص درجہ ہے، اگرچہ اس کے زمانے میں مغلوں کا اقتدار ختم ہو چکا تھا اور بادشاہ کی حکومت صرف لال قلعے کی چار دیواری تک رہ گئی تھی، مگر اس دربار، اس نسبت، اس علامت کی پھر بھی سارے ملک کے نزدیک ایک خاص اہمیت تھی یہی وجہ ہے کہ جب میرٹھ کی فوجوں نے انگریزوں سے بغاوت کی تو اُن کے نمائندے سیدھے لال قلعے پہنچے اور بہادر شاہ سے درخواست کی کہ وہ ملک کو انگریزوں کے پنجے سے چھڑانے میں اُن کی قیادت کریں۔ بڑی بات یہ ہے کہ بہادر شاہ نے یہ رول قبول کیا اور اس کے لئے کوشش کی اگرچہ وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ جتنے دن آزادی کے سورماؤں کی دہلی پر حکومت رہی، بہادر شاہ نے اس بات کا التزام رکھا کہ فوجی اور انتظامی کاموں کے لئے مناسب آدمی مقرر کئے جائیں۔ اُنھوں نے شہر میں امن و امان قائم رکھا اور ایسی ہر سازش کو کچلا جس سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں کوئی افتراق پیدا ہو۔ کچھ لوگ بقرعید کے موقع پر فساد کرانا چاہتے تھے بہادر شاہ نے منادی کرا دی کہ اس زمانے میں گائے کی قربانی نہ کی جائے۔ اُنھوں نے آس پاس کے راجاؤں اور مہاراجاؤں کو دعوت دی کہ وہ آئیں اور انگریزوں کے خلاف لڑائی میں اُن کی مدد کریں بلکہ وہ تو اس کے لئے بھی تیار تھے کہ ان میں سے جس پر سب کا اتفاق ہو اُسے لیڈر تسلیم کر لیا جائے اور وہ اس لیڈر کے حق میں دست بردار ہو جائیں۔ افسوس ہے کہ آپس کی نااتفاقی اور انگریزوں کے جاسوسوں کی چالوں کی وجہ سے دہلی کے محاذ پر مجاہدوں کو شکست ہوئی اور رفتہ رفتہ انگریزوں کو پھر سارے ملک پر تسلط کا موقع مل گیا۔ اس کے بعد انگریزوں نے جس بربریت کا ثبوت دیا وہ تہذیب اور انسانیت کے نام پر ایک دھبّہ ہے اور خصوصاً بہادر شاہ کے ساتھ جو شرمناک سلوک روا رکھا اسے ہندوستانی کبھی بھلا نہیں سکتے۔

ہندوستان کا یہ آخری مغل بادشاہ، مشترک تہذیب کا علم بردار اور جنگ آزادی کا یہ رہنما جس طرح کس مپرسی میں مانڈلے میں اس دنیا سے رخصت ہوا، وہ ایک المناک داستان ہے۔

اس لئے جب نیتا جی سبھاش بوس نے دلّی چلو کا نعرہ لگایا تو یہ نعرہ صرف ہندوستان کے پایہ تخت کے لئے نہیں تھا بلکہ بہادر شاہ ظفر کی دلّی کے لئے بھی تھا جہاں آزادی کی پہلی جنگ لڑی گئی تھی اور جہاں انگریزوں نے بہادر شاہ پر ایک ایسا مقدمہ چلایا تھا جس کا اُنھیں کوئی حق نہ تھا کیونکہ حکومت دراصل بہادر شاہ کی تھی، انگریز تو غاصب تھے۔

اس لئے بہادر شاہ ظفر کی یاد، ہندوستان کے ایک سپوت، پہلی جنگ آزادی کے ایک رہنما، مشترک تہذیب کے ایک علم بردار اور اُردو کے ایک ممتاز شاعر کی یاد ہے۔ یہ اچھا ہوا کہ دہلی میں ایک کمیٹی بہادر شاہ ظفر کے شایان شان ان کی صد سالہ برسی منانے اور اس موقع پر دوسرے پروگرام کرنے کے لئے، بنا دی گئی ہے جس کے صدر ڈاکٹر ذاکر حسین نائب صدر جمہوریہ ہند ہیں، اور جس کے نائب صدر پروفیسر ہمایوں کبیر، ڈاکٹر گوپالا ریڈی، پنڈت ہردے ناتھ کنزرو صدر انجمن ترقی اُردو ہند اور جناب نورالدین احمد میئر دہلی اور سکریٹری جناب مہیشر دیال ہیں۔ ۷ر نومبر کو آل انڈیا ریڈیو دہلی سے بہادر شاہ ظفر کے سلسلے میں ایک خاص پروگرام نشر کرے گا۔ دہلی میں ۸، ۹ دسمبر کو اس سلسلے کے دوسرے پروگرام ہونگے اس درمیان میں امید ہے کہ ہندوستان کے دوسرے شہروں میں بھی ظفر کی یاد میں جلسے ہوں گے اور کچھ ٹھوس کاموں کا بھی آغاز ہوگا۔

اُردو دوستوں کو چاہیے کہ اپنے اپنے شہر میں ۷ر نومبر اور ۷ر دسمبر کے درمیان جلسے کر کے ظفر کی یاد منائیں اور ہندوستان کے اس فرزند کو اپنا خراج عقیدت پیش کریں۔ ظفر کی یاد سے ہم ملک کی خدمت کے لئے نیا ولولہ لے سکتے ہیں اور اس ولولے سے ہندوستان کی تعمیر و ترقی کے لئے کتنی ہی نئی راہیں کھل سکتی ہیں۔ پھر اس موقع پر قومی زبانوں خصوصاً اُردو کے قیمتی سرمائے کی حفاظت کے جذبے کو مستحکم کیا جا سکتا ہے تاکہ اس قومی سرمائے سے محبت ایک عام فریضہ بن جائے۔

انجمن ترقی اُردو ناگور

۱۰راکتوبر کو انجمن ترقی اُردو شاخ ناگور کے حسب ذیل نئے عہدے دار منتخب ہوئے ہیں:-

الحاج رحیم بخش صاحب فوقی صدر، حافظ معین الدین صاحب متین نائب صدر، پیرزادہ رحمت اللہ رونق سکریٹری، سید عابد حسین صاحب عابد خازن۔

انجمن ترقی اُردو امروہہ

حسب اعلان عام انجمن کی ممبرسازی برائے ۱۹۶۳ء شروع کردی گئی ہے۔ انجمن کی مجلس عاملہ نے اپنے جلسے مورخہ ۱۰راکتوبر میں جدید ممبرسازی کی آخری تاریخ ۳۱راکتوبر مقرر کی ہے۔ چک رسیدات مجلس عاملہ کے ممبران میں تقسیم کردی گئی ہیں۔ اراکین عاملہ کے علاوہ جو صاحب چاہیں چک رسید انجمن کے جنرل سکریٹری چودھری عرفان مرزا صاحب سے حاصل کرسکتے ہیں۔ ۳۰راکتوبر تک جملہ چک رسیدات کی واپسی ضروری ہے۔ اس کے بعد پہنچنے والی چک رسیدات کی ممبرشپ ناقابل قبول ہوگی۔

انجمن ترقی اُردو شکوہ آباد

انجمن ترقی اُردو شکوہ آباد کے حسب ذیل عہدیدار منتخب ہوئے:-

سرپرست عبدالسلام، صدر۔ عبدالرحیم نشتر، نائب صدر۔ محمد یوسف، جنرل سکریٹری۔ رہبر صدیقی، جوائنٹ سکریٹری۔ اسلام الدین انصاری، خازن۔ ارمان ناز کی شکوہ آبادی، محاسب۔ راحت حسین، نائب محاسب۔ انیس جمال، ناظم نشرواشاعت۔ فاخر شکوہ آبادی، حسب ذیل حضرات کو مجلس انتظامیہ کا ممبر منتخب کیا گیا ہے، عبدالمنان، انوار احمد، مشتاق احمد، محمد اسمٰعیل، حافظ عبدالغفار، انیس احمد، محمد فاروق، عبدالغفور، عبدالرشید، محمد رشید، محمد مشتی، محمد نذیر احمد۔

"دائرہ فکر و نظر" گیا

۹راکتوبر ۱۹۶۲ء کو اراکین دائرہ فکر و نظر گیا کا دوسرا انتخابی جلسہ ہوا جس میں سب سے پہلے ڈاکٹر نذرہ کے سانحۂ ارتحال پر دو منٹ کی خاموشی اختیار کی گئی اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت مانگی گئی۔ اس کے بعد حسب ذیل عہدیداروں کا انتخاب عمل میں آیا:-

پروفیسر فصیح ظفر ایم۔اے صدر، مختار احمد عاصی نائب صدر، منیر واجدی جنرل سکریٹری، فرحت القادری جوائنٹ سکریٹری، سید فریدالدین احمد خازن۔

انجمن ترقی اُردو ہلدوانی

۲۴راکتوبر ۱۹۶۲ء زیر اہتمام انجمن ترقی اُردو ہلدوانی "شام جگر" منعقد ہوگی۔ معتقدین و متبعین حضرت جگر کو دعوت شرکت ہے۔

الہ آباد یونیورسٹی اردو ایسوسی ایشن

شعبۂ اُردو الہ آباد یونی ورسٹی کا ایک تعزیتی جلسہ ۱۵راکتوبر کو زیر صدارت جناب پروفیسر سید احتشام حسین صاحب ہوا جس میں تمام طلباءِ شعبۂ اُردو نیز اساتذہ نے ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور اور ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی کی وفات پر چند تجویزیں پاس کیں اس کے بعد شعبۂ اُردو نے اس دن کا اپنا تمام پروگرام مرحومین کے سوگ میں ملتوی کردیا۔

نوح ناروی کا انتقال

یہ خبر انتہائی افسوس کے ساتھ سُنی جائے گی کہ اُردو کے کہنہ مشق شاعر حضرت نوح ناروی ۱۲راکتوبر کی رات کو انتقال فرما گئے۔ انتقال کے وقت مرحوم کی عمر ۸۶ سال تھی۔

حضرت نوح ناروی کی ادبی خدمات کے صلے میں حکومت ہند دو سو روپے ماہوار، اور حکومت یوپی سوا سو روپے ماہوار ان کو بطور وظیفہ دے رہی تھی۔

انجمن معین الادب سہسرام

۱۵راکتوبر ۱۹۶۲ء کو انجمن معین الادب سہسرام کے لائبریری ہال میں ناخدائے سخن فصیح العصر حضرت نوح ناروی کی وفات پر ایک تعزیتی جلسہ زیر صدارت جناب حشر سیمابی سہسرامی منعقد ہوا۔ ڈاکٹر ایم۔ اے تمنا نے اپنی مختصر تقریر میں مرحوم و مغفور کی زندگی پر روشنی ڈالی۔

بزم ادبیات اردو جبل پور

۱۳راکتوبر کو بزم ادبیات اُردو (جبل پور) کے جلسے میں حضرت نوح ناروی مرحوم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کی وفات کو اردو کی ادبی دنیا کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان قرار دیا گیا۔ جلسے نے تعزیتی تجویز میں مرحوم کے پس ماندگان کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا۔

ضروری گزارش

براہ مہربانی انجمن سے متعلق جملہ خط و کتابت اور ارسال زر جنرل سکریٹری انجمن ترقی اُردو (ہند) علی گڑھ کے پتہ پر فرمائیے۔

راہی معصوم رضا

پرچھائیاں

کس طرف جاؤں
کسے دیکھوں
کسے آواز دوں
ہر طرف پرچھائیاں، پرچھائیاں — پرچھائیاں
اب تو خود اپنی وفا سے ہو رہا ہوں بدگماں
جاؤں کہاں
میں بھی شاید میں نہیں
اک عکس ہوں
اک کھلونا روشنی کے زاویوں کے ہاتھ میں
گھٹتا بھی ہوں
بڑھتا بھی ہوں
چاند چھپ جائے تو پھر میں بھی نہیں
کیسی زمیں
کیا کہکشاں
کیا آسماں
اُٹھ رہا ہے کیسا یہ کالا دھواں
جل رہی ہے کون سی شے اس جگہ
یہ دل نہیں
ساحل نہیں
منزل نہیں ———
اور کوچۂ قاتل نہیں
جل رہی ہے کون سی شے اس جگہ
میری یادوں کے صنم خانوں سے اُٹھتا ہے دھواں
بھاگ کر جائیں تمنائیں کہاں
کس سے مانگیں
کس جگہ پائیں اماں
دور تک جلتے ہوئے خوابوں کی بو
دور تک
کوئی نہیں
کوئی نہیں
آنسوؤں سے جل رہی ہے آستیں
ہم سفر تو دور ———
نقشِ پا نہیں
دور تک پرچھائیوں کے کارواں در کارواں
ہر طرف پرچھائیاں
پرچھائیاں
پرچھائیاں
جاؤں کہاں

کرشن موہن

سوچ کی شام

کسی کامنا کے سہارے
ندی کے کنارے
بڑی دیر سے موں دھارے کھڑا ہوں
یہ ہلکا دھندلکا، یہ گودھول بیلا کا آنچل
فضاؤں میں لہرا رہا ہے
مری سوچ پر چھا رہا ہے
میں یہ سوچتا ہوں مری سوچ کی شام بھی ہو چلی ہے
بڑی بے کلی ہے
مگر زندگی میں
ذرا سا ہی بھی ایک آشا پلی ہے
مچل لے ابھی اور کچھ دیر اے دل
سہانے دھندلکے سے ہنس کر گلے مل
ابھی رات آنے میں کافی سمے ہے

غزلیں

باقیؔ ایم۔ اے

آوارگانِ غم کا ٹھکانہ کہاں نہ تھا　　جب وہ نظر اٹھی تو قدم کو نشاں نہ تھا!
اللہ رے یہ غم و الم اظہارِ شوق پر!　　دل تو بزعمِ ضبط کبھی شادماں نہ تھا
تم رکھ سکے نہ رشتۂ بیگانہ وار بھی　　اے وائے سادگی ہمیں کیا کیا گماں نہ تھا
اب سوچتے ہیں ترکِ تعلق کے بعد ہم　　تیرا سلوک جی پہ کچھ اتنا گراں نہ تھا

میر حسین علی افسرؔ

اب وہ ڈھلتا ہے مری آنکھ سے آنسو بن کر　　اک لہو سا اُٹھا تھا جو قلب و جگر سے پہلے
آج اک قافلۂ شوق نظر آتا ہے　　ہم سفر کوئی نہ تھا عزمِ سفر سے پہلے
جذبِ الفت نے بھرم رکھ لیا دل کا افسرؔ　　آہ رسوائے زمانہ تھی اثر سے پہلے

راشد اللہ خاں جوہرؔ

پھر چاک کر رہا ہوں گریباں بہ شمعِ گل　　عرصہ ہوا ہے جشنِ بہاراں کیے ہوئے
اُن کے تصورات کی معجز نمائیاں　　بیٹھا ہوں دشت و در کو گلستاں کیے ہوئے
جوہرؔ مٹا ہے زیست کا کچھ ہم کو غم نہیں　　خوش ہیں نثارِ شوقِ فراواں کیے ہوئے

عاقلؔ لاہوری

مرے دل کی لگن کو خبر ہو نہ جائے　　محبت قیامت اثر ہو نہ جائے
بجز زندگی وہ کوئی زندگی ہے　　تری یاد میں جو بسر ہو نہ جائے
تجھے یاد کرتا تو ہوں پھر بھی تسکیں　　سوا اور دردِ جگر ہو نہ جائے
مرا حال دل آنسوؤں سے تو آیا
الٰہی یہ شب مختصر ہو نہ جائے

مراسلہ

تلفظ اور املا کی اصلاح

ہماری زبان مورخہ یکم ستمبر ۶۲ء میں ایم۔ اے۔ حسن صاحب کا مضمون عنوان بالا کے تحت پڑھا۔ املا اور تلفظ سے متعلق ان کی تجویزیں مجھے کچھ معقول نظر نہ آئیں۔ انھوں نے یائے معروف، یائے مجہول اور یائے لین کے لکھنے کے لئے محض اختلافِ تلفظ سے بچنے کی خاطر (ی) کے نقطوں کی جگہ بے تکی پیچ و خم کی علامتیں بتلائی ہیں، حالانکہ ان نقطوں ہی کی موجودگی میں بلا اندیشہ اور آسانی سے لکھاوٹ کا حل نکل سکتا ہے۔

واضح ہو کہ اردو خطِ تحریر کے اعتبار سے ایک ترکیبی خط ہے اور اس میں بعض حرفوں کی درمیانی شکلیں (شوشے) یکساں ہوتی ہیں، صرف نقطوں ہی کے ذریعے اصل حرفوں کی شناخت ہوسکتی ہے۔ اگر سرے سے نقطے اڑا دیئے جائیں تو اصل حرفوں کا پتا کیونکر چلے گا؟ املا کی اصلاح کے بارے میں آپ کا خود کہنا ہے کہ ایسا طریقہ ڈھونڈھ نکالنا چاہیے کہ اس سے اردو کا چہرہ مہرہ برقرار رہے۔ اس لحاظ سے آپ کی بتلائی ہوئی تجویزیں خود اردو لکھاوٹ میں خرابی پیدا کرتی ہیں۔

میں نے اردو کے اصلاحی رسم خط کے سلسلے میں اردو بارہ کھڑی وضع کی ہے اور اعرابوں کے اصول بھی مدون کئے ہیں تاکہ ان کا بےجا استعمال نہ ہو۔ اُن کی روشنی میں آپ کے ہندی میں لکھے ہوئے سارے لفظوں کو اردو کے اصلاحی خط میں لکھ کر بتلانا چاہتا ہوں کہ املا کے ذریعے ان کا صحیح تلفظ کس طرح ظاہر ہوسکتا ہے؟

(الف) کی اردو بارہ کھڑی

اسے ہندیوں کو اعرابوں کے ناموں کے بجائے رومی آوازوں سے یاد کرانی چاہیے تاکہ لکھاوٹ میں اس سے مدد مل سکے۔

اَ اِ اُ ا ب آ اوٗ او ای اے اوٌ اَے اَو (ایں)

اصول پنج گانہ متعلق اعراب

(۱) مفتوح حرف پر خواہ وہ مجرد ہو یا مخلوط، زبر کی علامت نہ لکھی جائے۔ مثلاً: جل، بھل۔

(۲) ہر اردو لفظ کا آخری حرف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے، اس لئے اسے خالی چھوڑ دیا جائے اور سکون کا استعمال درمیان میں متحرک حرف کے بعد کیا جائے۔ مثلاً: مستقلین، بھنبھناہٹ۔

(۳) واو، پیش کی قائم مقام ہوتی ہے، اس لئے واو معروف اور واو مجہول کے ماقبل کو پیش سے نہ لکھا جائے۔ مثلاً: (واو معروف۔ علامت: وٗ) نوٗر، چھوٗٹ۔ اور (واو مجہول۔ علامت: و) مور، جھول۔

(۴) واو لین اور یائے لین سے پہلے کا حرف ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے، اس لئے ان کے ماقبل کو زبر سے نہ لکھا جائے۔ مثلاً: (واو لین۔ علامت: وٌ) سوٌدا، ڈھوٌل اور (یائے لین۔ علامت: ے) میَل، تھیَلا۔

(۵) یائے معروف اور یائے مجہول سے پہلے کا حرف ہمیشہ مکسور ہوتا ہے، اس لئے ان کے ماقبل کو زیر سے نہ لکھا جائے۔ مثلاً: [یائے معروف۔ درمیانی (ی) کی علامت: پ] نیٖل، بھیٖل اور [یائے مجہول۔ درمیانی (ی) کی علامت: یہ] سیب، بھیس۔

نوٹ: اوپر کے اصولوں سے اگر کسی لفظ کے تلفظ میں اشتباہ پیدا ہو، تو اس کو دوسرے اعراب کے ذریعے رفع کرنا چاہیے۔ مثلاً: کور (غلاف) اور سورن (سنگ) کو (۲) اصول کی رو سے کور اور سورن پڑھا جائے گا، اس لئے صحت کے واسطے کور اور سورن کی واو پر زیر لکھا جائے۔ اسی طرح دیا (رحم) اور بیا (پرندہ) کو (۵) اصول کی رو سے دیا اور بیا پڑھا جائے گا، اس لئے صحت کے واسطے دیا کے دال پر اور بیا کے بے پر زبر لکھا جائے۔

(ہندی و اردو لکھاوٹ)

(۱) बयर' बीर' बेर' बैर = بیَر، بیٖر، بیر، بَیر۔
(۲) कवट' कूट' कोट' कौट = کوَٹ، کوٗٹ، کوٹ، کوٌٹ۔
(۳) झील = جھیٖل (۴) झयल = جھیَل (۵) झेल = جھیل۔
(۶) खेत = کھیت (۷) खयत = کھیَت (۸) बैल = بَیل۔
(۹) बयल = بیَل (۱۰) बेल = بیل (۱۱) बौर = بوٌر۔

مخفی مبادا اردو میں انسان کے منہ سے جو آواز نکلتی ہے اُسے حرف کہتے ہیں اور اس کے سہارے کو اعراب۔ مثلاً: زبر (ـَ) زیر (ـِ) سکون (ـْ) اور تشدید (ـّ) وغیرہ۔ سکون اور جزم میں بڑا فرق ہے۔ وہ لفظوں کے درمیان اور آخر میں آتا ہے اور یہ لفظوں کے شروع اور بیچ میں۔ اس کے علاوہ وہ اپنے اگلے حرف کو ملانے کا کام دیتا ہے اور یہ تشدید والے حرف کی آواز کو مدغم ظاہر کرتا ہے۔

(غلام رسول)

ایم۔ اے۔ حفیظ

شاہ محمد ولی اللہ ادیب

ولادت ۱۲۹۱ھ ______ وفات ۱۳۵۲ھ

اوراقِ پارینہ میں جو علمی اور غیر مطبوعہ خزانے پوشیدہ اور منتشر ہیں، وہ محتاجِ تعارف ہی نہیں بلکہ صدف سے موتی کی طرح باہر نکال کر منظرِ عام پر لانا ضروری ہے۔ اس لئے کہ ان ادبی شہ پاروں کے خالق زندگی کا ایک خاص نقطۂ نظر رکھتے تھے۔ جن کا مسلک "فیضِ عام" اور ان کا درس مذہب و ملت کے فرق سے بے نیاز تھا انسانیت ان کا درس اور نیکی و سچائی ان کا سبق و ماٹو (MOTTO) تھا۔ خیر و شر کی تفریق میں وہ اس درجہ شدت اختیار کرتے تھے کہ انسان بننے کا راستہ مل جاتا تھا۔ ایسے ہی بزرگوں میں شاہ محمد ولی اللہ قادری کا شمار تھا۔

شاہ محمد ولی اللہ قادری، دکن کے ایک غیر معروف صوفی منش شاعر شاہ محمد غلام جیلانی پادشاہ متخلص تسلیم گلشن آبادی کے فرزند خورد گزرے ہیں۔ اُردو اور فارسی زبان میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ ان کے کئی رسالے دونوں زبانوں میں موجود ہیں، اور ایک اُردو دیوان بھی ہے جو زیورِ طبع سے آراستہ نہ ہوسکے بلکہ ان کی حیثیت قلمی مخطوطات کی ہے۔ یہ مخطوطات جو نظم و نثر سے بھرپور ہیں اُن کے فرزند شاہ محمد احمد اللہ قادری کے پاس محفوظ ہیں ان کی حالت دن بدن شکستہ ہوتی جارہی ہے۔

ان مخطوطات کے طبع نہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہی ظاہر ہوتی ہے کہ زیرِ تذکرہ شاعر خاندانی روایات کے تحت نام و نمود اور شہرت کے خلاف تھے۔ اس صوفی شاعر کا وطن ریاست حیدرآباد کا ایک تاریخی اور دور اُفتادہ مقام میدک تھا۔

میدک، ریاست آندھرا پردیش کا ایک خوش سواد اور زائد پیداوار کا علاقہ ہے۔ یہاں کے مشائخین ریاست حیدرآباد میں معزز اور قابلِ عزّت سمجھے جاتے تھے۔ ان کا دربار مرجع خاص و عام تھا۔ دعاگوئی، حاجت روائی اور درسِ انسانیت میں یہ کبھی دریغ نہ کرتے تھے۔ اُن کی شہرت ریاستی اُمراء، ادبا اور شاہوں تک تھی لیکن یہ اپنے آپ کو گوشۂ گمنامی میں رکھنا پسند کرتے تھے۔ اس خاندان میں شعر و شاعری ورثے میں ملی تھی۔ چنانچہ جب شاہ ولی اللہ قادری تولد ہوئے تو ان کے والد ماجد حضرت تسلیم نے ان کی پیدائش کو ذیل کے اس قطعہ میں منضبط کردیا تھا:-

ہوئے پیدا جو شاہ ولی اللہ	احسن الوجہ منبع الحسنات
لکھا تسلیم نے سنِ تولید	شمعِ ایوان و مجمع البرکات

اس تاریخی قطعہ کے لحاظ سے شاہ محمد ولی اللہ کی پیدائش ۱۲۹۱ھ ہجری میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والد بزرگوار سے حاصل کی ۱۸۹۶ء میں پنجاب یونیورسٹی کے امتحان منشی عالم میں کامیابی حاصل کرلینے کے بعد ۱۹۰۰ء میں اسی یونیورسٹی سے امتحان منشی فاضل کو پاس کرلیا۔ اس کے علاوہ مذہبی و دینی تعلیم خاندانی ماحول سے حاصل ہوچکی تھی۔ اپنے والد بزرگوار سے مشرفِ بیعت بھی ہوئے تھے لیکن خرقۂ خلافت انھیں نصیب نہ ہوا۔ البتہ حسبِ وصیت والد ماجد میدک کے مشہور عارفِ کامل سید شاہ احمد پادشاہ قادری سے ۵ شعبان ۱۳۰۷ھ کو خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

شاہ ولی اللہ قادری پابندِ صوم و صلوٰۃ تھے، نمازِ تہجد بھی پابندی کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ مریدوں اور معتقدین کا حلقہ وسیع تھا۔ بچپن ہی سے فقراء، مشائخوں اور علماؤں سے شغف تھا۔ پہلے پہل سررشتۂ تعلیمات کی ملازمت میں قدم رکھا جہاں ادبیات کی تعلیم دیتے تھے۔ شاعری سے خصوصی لگاؤ تھا اس لئے مقامی طور پر جس قدر مشاعرے ہوتے یہ اُن کی صدارت کرتے تھے۔ تخلص ادیبؔ تھا۔

ان کا کلام عارفانہ اور صوفیانہ ہے، زبان آسان اور عام فہم ہے۔ تصوّف و معرفت سے متعلق ذیل کے چند انتخابی اشعار ان کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں:-

کس نام سے موسوم ہوں اور اصل میں کیا ہوں
کہنے کو تو بندہ ہوں حقیقت میں خدا ہوں

ہر چیز سے آتی ہیں انا اللہ کی صدائیں
حیرت کی نظر سے میں جدھر دیکھ رہا ہوں

سینے میں مرے جوش ہے وحدت کا سراسر
مجبور ہوں لاچار ہوں دیوانہ بنا ہوں

بندے میں خدا میں ہے عجب نسبتِ اشرف
برزخ نے بتایا مجھے میں کون ہوں کیا ہوں

جب عین میں ہے غیر تو ہے غیر میں بھی عین
یہ بھید ہے عرفان کا عارف سے سنا ہوں

جب عین میں ہے عین تو پھر غیر ہے کیا چیز
ہر چیز یہ کہتی ہے کہ میں عین خدا ہوں

دھوکہ ہے فقط نام کا غفلت ہے خودی کی
خود کہتی خودی ہے یہی، میں خود ہی خدا ہوں

دو چار نظر میں نظر آیا ہے مجھے ایک
جس روز سے میں دید کا مشتاق بنا ہوں

ملہ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو مضامین ڈاکٹر قطب النساء ہاشمی مطبوعہ ہفتہ وار "پیام مشرق" ۷، ۱۴، ۲۱ ستمبر ۱۹۵۹ء و ماہی "نوائے ادب" بمبئی اپریل ۱۹۶۰ء

ذات وصفِ حق جدائی نہیں کچھ بھی
سب ذات کا جلوہ ہے جو کچھ دیکھ رہا ہوں
میں کہتا ہوں گو منھ سے مگر دل سے ہے تو تو
کیا بھید ہے عرفان کا واللہ میں کیا ہوں
جز ہو کے میں کل ہوں یہ تماشا ہے نرالا
اک ظرف میں کس شان سے دریا کو بھرا ہوں
اثبات خدا میں رہو مصروف ادیب اب
ہے نفی ہر اک چیز کی بھی دل سے سنا ہوں

ان اشعار کے بعد اُردو غیر مطبوعہ دیوان سے ایک غزل بطور نمونہ درج کی جاتی ہے تاکہ اس گم نام شاعر کے کلام پر ہلکی سی روشنی پڑ سکے۔

غزل

اُس غنچہ لب کی منہ سے ثنا کیا کرے کوئی
زلفِ رسا کا وصف بھلا کیا کرے کوئی
کیونکر وصالِ یار ہو جب عشق ہی نہ ہو
جب درد ہی نہ ہو تو دوا کیا کرے کوئی
دم رک رہا ہے سینے میں دردِ فراق سے
تدبیر اس کی وصل سوا کیا کرے کوئی
سنتے نہیں کسی کی بتانِ ستم شعار
خالی اُٹھا کے دستِ دعا کیا کرے کوئی
زلفِ بتاں میں دیدہ و دانستہ پھنس گئے
اپنے کئے کا آپ گلہ کیا کرے کوئی
فضلِ خدا سے دولتِ عرفاں نصیب ہو
پھر آرزوئے ظلِّ ہما کیا کرے کوئی
ڈر کاہے کو ہوں رقیب نہیں خوف کچھ ادیب
جب ہم پہ مہرباں ہو خدا کیا کرے کوئی

کلام کے اس جائزہ کے بعد ان کے قلمی غیر مطبوعہ رسالوں کی تفصیل بھی دی جاتی ہے جن کے محاذی سنہ تحریر درج ہے۔ چونکہ "ہماری زبان" کے اوراق اس کی اجازت نہیں دیتے کہ ان پر تفصیلی روشنی ڈالی جائے البتہ کسی تحقیقی رسالے کے لئے یہ مواد زیر تدوین ہے۔

رسالے

اُردو (نثر)
سنہ ۱۳۱۵ھ — سنہ ۱۳۲۰ھ
۱۔ مضمون اصول عقائد - ۲۔ رسالہ حقوق والدین
سنہ ۱۳۲۹ھ — سنہ ندارد
۳۔ رسالہ اسرار غیب - ۴۔ تحفۂ شادی
سنہ ۱۳۱۹ھ — سنہ ندارد
۵۔ رسالہ طریق ملامتہ - ۶۔ خلاصہ اخلاق ناصری
سنہ ۱۳۱۷ھ — سنہ ندارد
۷۔ رسالہ تنبیہ ادیب - ۸۔ انتخاب حدائق البلاغۃ
سنہ ۱۳۱۷ھ — سنہ ۱۳۲۲ھ
۹۔ تفکرات ادیب - ۱۰۔ مختصر انتخاب تاریخ عجم
سنہ ندارد — سنہ ندارد
۱۱۔ وصیت ادیب - ۱۲۔ بیاض یادداشت واقعات عالم مختلف الکیفیات
سنہ ۱۳۱۴ھ — سنہ ۱۳۳۲ھ — سنہ ۱۳۳۱ھ
۱۳۔ اخلاقی لکچر - ۱۴۔ رسالہ اصول اسلام - ۱۵۔ کشف حقیقت

(نظم)
سنہ ۱۳۱۵ھ — سنہ ندارد
۱۔ مناجات الموسوم بہ ولولۂ ادیب - ۲۔ غزلیات ادیب۔
سنہ ۱۳۱۶ھ
۳۔ قومی مسدس الموسوم بہ شوق ادیب۔

فارسی (نثر)
سنہ ۱۳۱۲ھ — سنہ ۱۳۱۳ھ — سنہ ۱۳۱۷ھ
۱۔ مضمون تعلیم نسواں - ۲۔ مضمون اتفاق - ۳۔ جواب ادیب۔

ان قلمی رسالوں کے علاوہ شاعر کے دو رسالے مطبوعہ بھی برآمد ہوئے ہیں۔ جن میں سے ایک "مسائل النساء" اور دوسرا "احکام الزکوٰۃ" شائع ہوئے ہیں۔ پہلی کتاب میں عورتوں کے لئے خاص طور پر معتبر ذرائعوں اور حوالوں کے ساتھ ضروری مسائل جمع کئے گئے ہیں جو مطبع انوار الاسلام حیدرآباد سے شائع ہوئی ہے۔ پیش نظر رسالہ دوسری بار طبع شدہ ہے جو سنہ ۱۳۲۲ھ کا ہے۔ اس رسالے کے پشت کی تحریر سے واضح ہے کہ یہ رسالہ سنہ ۱۳۲۲ھ میں پہلی بار طبع ہو چکا ہے۔ عوامی اصرار پر دوبارہ شائع ہوا ہے۔

دوسری کتاب موسومہ "احکام الزکوٰۃ" مطبع محبوب النظائر الادہ بلی حیدرآباد سے سنہ ۱۳۲۶ھ میں شائع ہوئی۔ اس میں زکوٰۃ کے مفصل مسائل معتبر و مستند کتب فقہ سے جمع کئے جا کر بحث کی گئی ہے۔ یہ رسالہ (۲۴) صفحات پر مشتمل ہے آخر میں تاریخ طبع سے متعلق مولف خود قطعہ تاریخ نکالا ہے جو حسب ذیل ہے:-

این کتاب زکوٰۃ شد ترتیب — نفع گیرد و از وجیہ خاص چہ عام
سال طبعش دل ادیب بگفت — طبع شد نسخۂ مفید انام

۱۳۲۶ ہجری

فارسی شاعری کے بعض اوراق پارینہ دستیاب ہوئے ہیں جو چیدہ چیدہ منتشر ہیں۔ ان کے عنوانات کے درج شدہ کاغذات نہیں ہیں۔ تلاش جاری ہے لیکن توقع نہیں!

کُل ہند اُردو کانفرنس

ضروری اطلاع

کل ہند اُردو کانفرنس جے پور میں شرکت کے لئے ڈیلی گیٹ کی فیسیں برابر آرہی ہیں۔ اس سال ریلوے رعایتی فارم میں بعض خانے بڑھ گئے ہیں، اس لئے براہِ کرم شرکت کرنے والے حضرات مندرجہ ذیل امور کی ضرور صراحت فرما دیا کریں۔

۱۔ کس درجے میں سفر کریں گے۔
۲۔ کس اسٹیشن سے ٹکٹ لیں گے۔
۳۔ پورا نام اور پتہ۔

رعایتی ریلوے فارم سے ایک طرف کے کرائے میں آمد و رفت ہو سکے گی۔ یہ رعایتی ریلوے فارم پہلے اپنے علاقے کے ریلوے ڈویژنل افسر کو بھیجنا پڑتا ہے اور اس میں تقریباً آٹھ دس دن لگ جاتے ہیں اس لئے ڈیلی گیٹ اصحاب ۳۱ر اکتوبر تک اپنی فیس جنرل سکریٹری انجمن ترقی اُردو ہند، علی گڑھ کے پتے پر بھیج دیں۔ جن ڈیلی گیٹ کو رعایتی فارم اور شناختی کارڈ مرکز کی طرف سے بھیج دیا جائے گا اس کی اطلاع مجلس استقبالیہ کو کر دی جائے گی وہ اُن کے قیام کی جگہ وغیرہ مقرر کر دیں گے۔ جے پور پہنچنے پر انہیں اطلاع مل جائے گی۔

تقریباً تمام قیام گاہیں پاس پاس ہیں اور جلسہ گاہ سے قریب۔ جلد سفر کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مہمانوں کے تار یا ڈاک اگر آئے تو جلد ان تک پہنچ جائے۔

راجستھان کے اہلِ قلم توجہ فرمائیں

"کل ہند اُردو کانفرنس" جو امسال جے پور میں ۲۴ و ۲۵ نومبر کو منعقد ہو رہی ہے اور جس میں ایک علمی و ادبی نمائش بھی ہوگی۔ نمائش میں راجستھانی مصنفین کے لئے ایک جداگانہ سیکشن قائم ہوگا تاکہ زبان و ادب کی خدمات میں راجستھان نے کتنا حصہ لیا ہے یہ معلوم ہو سکے۔ اس لئے تمام اہل علم حضرات سے گزارش ہے کہ وہ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف جو اُن کی اپنی یا اُن کے عزیز و اقربا یا احباب کی ہوں سید منظور الحسن صاحب برکاتی شفا منزل ٹونک کو مطلع فرمائیں کیونکہ گوشوارہ کتاب کو منظور صاحب ترتیب دے رہے ہیں کتابوں کے متعلق مندرجہ ذیل معلومات ارسال فرمائیں۔

(۱) نام کتاب (۲) نام مصنف (۳) زبان (۴) علم (۵) سنہ تصنیف (۶) مطبوعہ ہے یا غیر مطبوعہ۔

جو حضرات کتابیں ارسال فرمانا چاہیں وہ سکریٹری نمائش کمیٹی کل ہند اُردو کانفرنس سلیم منزل جے پور کے پتہ پر رجسٹرڈ پارسل سے روانہ فرما دیں۔

کتابوں کے متعلق زبان وار گوشوارے بنائے جائیں گے۔

سکریٹری
نمائش کمیٹی کل ہند اُردو کانفرنس
جے پور

ادبی حلقہ انجمن ترقی اُردو (ہند)

شرائطِ رُکنیت ادبی حلقہ

حلقے کی رُکنیت کی فیس سالانہ تیس روپے یکمشت، یا دس دس کی سہ ماہی قسطوں میں۔

حلقہ ممبروں کو ہر سال پچیس روپے کی کتابیں اور انجمن کا سہ ماہی رسالہ "اُردو ادب" قیمتی دس روپے کا، اور انجمن کا ہفتہ وار اخبار "ہماری زبان" قیمتی تین روپے، کُل اڑتیس روپے کی مطبوعات پیش کرے گا۔

ارکان کو بقدر پچیس روپے، انجمن کی مطبوعات میں سے اپنی پسند کی کتابیں منتخب کرنے کا حق ہوگا۔ محصول ڈاک ان کے ذمہ ہوگا۔ تیس روپے کے عوض اڑتیس روپے کی مطبوعات مندرجہ بالا صورت میں دی جائیں گی۔

اس کے علاوہ اگر کوئی رکن انجمن کی دوسری کتابیں خریدے گا تو پچیس فی صد کمیشن دیا جائے گا۔

مزید تفصیلات کے لئے دفتر سے خط کتابت کیجئے

ادبی حلقہ انجمن ترقی اُردو (ہند) علی گڑھ

معاصر

ریڈیو کی زبان

شری گوپالا ریڈی وزیر اطلاعات و نشریات نے پچھلے دنوں لوک سبھا میں ایک بیان میں کہا کہ ریڈیو سے نشر ہونے والی ہندی خبروں کی زبان آسان اور عام فہم ہونی چاہیئے۔ گزشتہ دس بارہ سال سے جب سے کہ دستور کی رو سے ہندی کو سرکاری زبان قرار دیا گیا، عوام و خواص کو شکایت رہی ہے کہ ریڈیو کے ہندی نشریات اُن کی سمجھ سے باہر ہیں لیکن سرکار ٹس سے مس نہیں ہوئی۔ حیرت تو اس بات پر ہے کہ گزشتہ دو عام انتخابات کے بعد وزیر اعظم شری جواہرلال نہرو برسر اقتدار رہے لیکن اس مسئلے کا حل تلاش کرنے کے لئے انھوں نے کوئی قدم نہ اُٹھایا۔ ملکی اور قومی مسائل میں ان کا نقطۂ نظر عموماً ترقی پسندانہ ہے مشکل اور مصنوعی ہندی کے بارے میں بھی اُن کے خیالات سب کو معلوم ہیں، اس کے باوجود زبان کے معاملے میں خدا معلوم کس مصلحت کے پیش نظر اُنھوں نے کوئی کارروائی نہیں کی۔ اگرچہ ہر وزیر اپنی وزارت کا انچارج اور اس کی جانب سے اختیار کی جانے والی پالیسیوں کا ذمّہ دار ہوتا ہے، لیکن ہر وزارت کو رہنمائی وزیر اعظم کی طرف سے ہی ملتی ہے۔ شکر کا مقام ہے کہ اب وزیر اعظم کو ایک ایسا وزیر مل گیا ہے جس کے ذریعہ وہ زبان کے معاملات میں اپنے خیالات کو عملی صورت دے سکیں گے اتنی بات ضرور ہے کہ یہ امر جہاں ہندوستانی عوام کے لئے اطمینان بخش اور مسرت افزا ہے، وہاں ہندی کے کچھ نادان دوستوں کے لئے پریشان کن ثابت ہوا ہے۔

ریڈیو ایک سرکاری ادارہ ہے۔ ریڈیو سے جو خبریں نشر کی جاتی ہیں ان کا مقصد دوہرا ہوتا ہے۔ یعنی ایک طرف تو اہل ملک کو تازہ ترین ملکی اور بین الاقوامی حالات سے باخبر رکھا جائے دوسرے عوام کی ترقی اور بہبودی کے لئے جو تعمیری کاموں سے بھی انھیں آگاہ کیا جائے، لیکن اگر نشر کی جانے والی خبریں عوام تو کیا خواص تک کی سمجھ میں نہ آئیں تو ظاہر ہے کہ نشریات کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔

ملک کے اندر مختلف علاقوں میں بسنے والے اور مختلف زبانیں بولنے والے لوگوں کے لئے ایک ایسی ہندوستانی زبان کی ضرورت ہے جو ہندوستان کی سب زبانوں کی شکلوں، اسلوب اور اظہار خیال کے طریقوں کو اپنے اندر سمونے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ دستور ہند باب وفعہ (۳) اس قسم کی زبان ہے، اردو فارسی اور عربی کے مروّج الفاظ جو بس گئے ہیں ان کا استعمال جاری رہنا ضروری ہے۔ کیونکہ ان کے بغیر عوام کو وہ زبان خالی خالی اور بے لطف محسوس ہوتی ہے مشکل ہندی کے نشریات کے وقت لوگ ریڈیو بند کر دیتے ہیں۔ چاہیئے یہ کہ زبان ٹھیٹ سلیس اور عام فہم استعمال کی جائے تاکہ لوگ نہ صرف اسے شوق سے سنیں بلکہ اس سے لُطف اندوز ہوں۔

اُردو خبروں کی زبان گزشتہ سالوں میں اتنی ہی سلیس رکھنے کی کوشش کی گئی ہے جتنی ہندی خبروں کی زبان ثقیل بنائی گئی ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ اُردو زبان میں گزشتہ پندرہ سالوں میں مروّج ہو چکے ہندی الفاظ بھی شامل کر لئے گئے ہیں۔ ہندی نشریات کی زبان بھی عام فہم بنائی جانی اشد ضروری ہے اس میں فارسی عربی اور دوسری زبانوں کے مروّج اور عام فہم الفاظ شامل کئے جائیں وزیر نشریات اس سلسلے میں جا بجا کردار ہے ہیں ہمیں یقین ہے کہ وہ اپنی پالیسی پر قائم رہیں گے اور بالآخر اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔

(ریڈ ہنڈی۔ امرت سر)

بقیہ

مردان علی خاں رعنا

علوم متعارفہ مولوی و فارسی گھر میں تحصیل کئے۔ تحریر بجست تقریر درست ہے۔ معاملہ نویسی قلم برداشتہ اور اردو نثر معقی جیسی کم دیکھی ہے۔ علم جفر و تاریخ و علم موسیقی و تصوف وغیرہ صرف مطالعہ کتب و زور طبیعت سے حاصل کیا اور "تاریخ البلاد" و "نوائے غریب" تاریخ میں و "غنچہ صنم" و "غنچہ راگ" موسیقی ہند میں اور "فعل ناصری" علم جفر میں آپ کی عمدہ تالیفات سے قابل یادگار ہے اور یہ سب نام تاریخی ہیں اور اب ایک نظم میں کتاب کئی ہزار شعر کی اور ایک عجیب نسخہ علم "تسخیر بزم" کا زیر تالیف ہے۔ اس تجربہ علم و عمل میں بھی آپ کو خوب دستگاہ ہے علاوہ ان کمالات صوری کے خداداد سعادت بھی حاصل ہے یعنی بقولے "دل بیار و دست بکار" نماز روزہ کی پابندی اور چلہ زکوٰۃ و عملیات کا شوق بھی چلا جاتا ہے چنانچہ یمن اسمائے باری تعالیٰ سے ایک بار شب قدر دیکھی اور کئی بار زیارت حرمین شریفین و کربلائے معلیٰ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور صحابہ کرامؓ اور جناب مرتضیٰ و امامین حسنین علیہم السلام اور کئی بار رویت و زیارت حضرت رحمۃ اللعالمین جناب رسالتمآب محمد صلعم سے بعالم رویائے صادقہ مشرف ہوئے۔ بلکہ دو بار حضور صلعم کے ساتھ جماعت میں نماز پڑھی۔

کلامہ کلام آنکہ حدیث است دکاوش اعجاز است

مرا بخواب نمائد جمال فرزانی

باایں ہمہ کثرت اشغال و قدر اوقات عزیز کے شعر وسخن سے ذوق ہے۔ آپ کو ملک الشعرائے ہند حضرت نجم الدولہ نواب مرزا اسد اللہ خاں صاحب بہادر غالب دہلوی سے تلمذ حاصل ہے اور صاحب دیوان ہیں۔ اکثر غزلیں دو فرماتے ہیں مدتوں کلام آپ کا طرہ اخبارات ہند ہوتا ہے۔ رہا یہ واسوخت سب سے نرالا ہے جلسہ کا چرچا اور نئی تلاش اس سے آشکار ہے اور کلام ہر دلعزیز ہے مشتے نمونہ از خروارے"

(صفحہ ۴۴-۶۳۰ شعلۂ جوالہ)

شعلۂ جوالہ کی ترتیب و تدوین غالب کی زندگی ہی میں ہوئی تھی اگرچہ اس کی اشاعت اسی سال (۱۲۸۵ھ) میں ہوئی جس سال مرزا کا انتقال ہوا۔ افسوس کہ رعنا کی دوسری کتابیں جن کا ذکر مذکورۂ بالا حالات میں کیا گیا ہے میری نظر سے نہیں گزریں ورنہ ممکن تھا ان حالات میں مزید کوئی اضافہ ہو جاتا۔

ایجنسی کی کتابیں

مقدمہ کلام آتش	خلیل الرحمن اعظمی	۳ر۷۵
مسدس بے نظیر	جان صاحب	۲ر۵۰
کرخنداری اردو	گوپی چند نارنگ	۷ر۵۰
فکر و ادب	دیوندر اسر	۳ر۵۰
ماسٹر رام چندر اور اردو نثر کے ارتقا میں ان کا حصہ	ڈاکٹر سیدہ جعفر	۳ر۵۰
علی گڑھ تحریک	نسیم قریشی	۱۰ر۰۰
علی گڑھ میگزین (مجاز نمبر)		۳ر۵۰
میری غزلیں	علی جواد زیدی	۲ر۵۰
نوید گل	سعادت نظیر	۰ر۶۰
پھول کلیاں	"	۰ر۶۰
آب و تاب	"	۱ر۵۰
جنون و ہوش	عرش ملسیانی	۴ر۰۰
ہفت رنگ	"	۳ر۰۰
فروزاں	جذبی	۲ر۲۵
حالی کا سیاسی شعور		۴ر۵۰
رگ جاں	ڈاکٹر خورشید الاسلام	۲ر۵۰
متاع تسکین	تسکین قریشی	۳ر۰۰
تلامذہ غالب	مالک رام	۷ر۵۰
مزے دار کہانیاں	محمد حفیظ الدین	۰ر۳۷
بچوں کے گیت	لطیف النساء بیگم	۰ر۳۷
چند بڑے آدمی	مقبول احمد سیوہاروی	۰ر۳۷
ہونہار	شجاع احمد قائد	۰ر۳۷
رپورٹ کل ہند اردو کانفرنس حیدرآباد		۱ر۰۰
یادگار فرحت	مرتبہ غلام یزدانی	۴ر۰۰
ابتدائی سماجی انسانیات	ناظرہ شجاعت	۳ر۰۰
سقراط (ڈرامہ)	محمد فضل الرحمن	۱ر۲۵
معاشیات "	حبیب الرحمن	۲ر۰۰
گوتم بدھ "	محمد فضل الرحمن	۱ر۰۰
چنگیز "	"	۲ر۰۰
مرزا رسوا کے تنقیدی مراسلات	ڈاکٹر محمد حسن	۳ر۵۰
تلگو ادب کی تاریخ	ڈی رامانجی راؤ	۴ر۰۰
چراغ منزل	شاہد صدیقی	۲ر۰۰
سنہ ۱۹۵۵ء کے بہترین افسانے	ایم حبیب خاں	۲ر۲۵
ارمغان حرم	مرتبہ افتخار اعظمی	۵ر۰۰

ملنے کا پتہ

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

تبصرے

ڈاکٹر گیان چند

دہلوی اُردو کی کرخنداری بولی (انگریزی میں)

مصنف: ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، ریڈر اُردو، دلّی یونیورسٹی

قیمت: ساڑھے سات روپے۔

ملنے کا پتہ: منشی رام منوہر لال، اورینٹل بکسیلرس اینڈ پبلشرز، دلّی ۶

ہندی میں بولیوں کا جائزہ تیس پینتیس سال سے لیا جا رہا ہے حتیٰ کہ اب ضلع ضلع کی بولیوں پر چھان بین کی نوبت آگئی ہے لیکن اُردو والے اس پہلو سے غافل رہے ہیں۔ سب سے پہلے ڈاکٹر زورؔ نے اپنے انگریزی کتابچے ہندوستانی صوتیات (۱۹۳۰ء) میں دکنی اُردو کا جائزہ لیا۔ اس کے ۳۱ سال بعد ڈاکٹر نارنگ نے دلّی کی کرخنداری بولی پر قلم اُٹھایا ہے۔ ڈاکٹر نارنگ نے اس بولی کا جائزہ تجزیاتی لسانیات کے جدید اصولوں کی روشنی میں لیا ہے۔ چنانچہ کرخنداری کے تعارف کے بعد صوتیات، قواعد اور ذخیرۂ الفاظ کے جامع ابواب ہیں۔ اس سے اگلے باب میں قدیم اُردو اور کرخنداری کی مماثلتوں کا کھوج لگایا گیا ہے اور یہ بحث کتاب میں گل سرسبد اور بیت الغزل کی حیثیت رکھتی ہے۔ آخر میں کرخنداری کے کچھ نہایت دلچسپ نمونے صوتیاتی رسم تحریر میں قلم بند کئے گئے ہیں۔ اس سے پیشتر بھی کرخنداری کے الفاظ صوتیاتی رسم خط ہی میں دیئے گئے ہیں جس کے لئے مصنف نے خاص طور سے ٹائپ روپ ڈھلوائے۔

ایک زبان کی بیشتر بولیاں علاقائی تقسیم سے حاصل ہوتی ہیں لیکن کچھ بولیاں طبقاتی بھی ہوتی ہیں جو ایک ہی علاقے میں مختلف سماجی یا معاشی طبقوں تک محدود رہتی ہیں۔ کرخنداری اسی قسم کی بولی ہے۔ جہاں تک مبصر کا علم ہے ہندی میں بھی کسی طبقاتی بولی کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ ڈاکٹر نارنگ نے اس طرف پہل کر کے ایک نیا باب کھول دیا ہے۔

مختلف فصلوں کے مطالعے ہی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مصنف نے اس بولی سے مانوس ہونے اور اس کے متعلق مسالہ جمع کرنے کے لئے کتنے عرصے تک گلی کوچوں کی خاک چھانی ہوگی اور پھر اس مسالے کے صوتیاتی تجزیے، اس کی اصول بندی اور اس کے مخصوص الفاظ کی فرہنگ مرتب کرنے میں کتنی دیدہ ریزی کی ہوگی۔

فاضل مصنف کے صوتیاتی جائزے سے کہیں کہیں اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن تجزیاتی لسانیات میں ہمیشہ ایک سے زیادہ راستے ممکن ہو سکتے ہیں۔

متن حیرتناک حد تک اغلاط سے پاک ہے۔ کتاب حُسنِ باطن کے ساتھ ساتھ حسن ظاہر سے بھی آراستہ ہے چنانچہ کاغذ اور طباعت کی نفاست و دلآویزی مصنف کے ستھرے مذاق کی غماز ہیں۔

خلیل الرحمن اعظمی

غالب کی نادر تحریریں

مرتب: خلیق انجم

قیمت: چار روپے

ناشر: مکتبہ شاہراہ، دہلی

تقسیم ہند کے بعد ہمارے تحقیق پسند دوستوں نے غالب کی طرف خاص توجہ کی ہے اور اُردو زبان کے اس عظیم المرتبت شاعر سے متعلق خاصا خام مواد فراہم کر دیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس مواد کو غالب کے فن کا از سر نو تجزیہ و محاکمہ کرنے کے سلسلے میں ابھی تک استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ غالب کے غیر مطبوعہ خطوط اور ان کی بعض نایاب و کمیاب تحریروں کی اشاعت کا جو کام منشی مہیش پرشاد، امتیاز علی عرشی اور آفاق حسین آفاق (نبیرۂ منشی نبی بخش حقیر) وغیرہ نے شروع کیا تھا اسے ڈاکٹر مختار الدین آرزو نے آگے بڑھایا۔ انھوں نے علی گڑھ میگزین کے غالب نمبر میں غالب کی نادر تحریریں خاصی تعداد میں شائع کی تھیں، اس کے بعد دوسرے رسائل میں بھی ان کی تلاش و جستجو کے نتائج سامنے آتے رہے بعض اور حضرات نے بھی اس طرف توجہ کی اور اس طرح غالبیات سے متعلق ایک کارآمد ذخیرہ تیار ہو گیا۔ خلیق انجم صاحب نے غالب کے ان خطوں اور تحریروں کو رسائل سے نقل کر کے کتابی صورت دے دی ہے اور ان سے متعلق مفید حواشی کا اضافہ کیا ہے۔

مضامین سرسید

قیمت: دو روپے پندرہ آنے

ناشر: کتاب گھر، مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ

"مضامین سرسید" جس کے سرورق پر از عزیز الدین، ختر فاضل (پنجاب) درج ہے غالباً نصابی ضرورت کے ماتحت شائع کیا گیا ہے۔ یہ کتاب کس کے لئے مرتب کی گئی ہے اور کیوں اور انتخاب مضامین میں کیا نقطۂ نظر سامنے رہا ہے اس کا پتہ چلانا دشوار ہے اس لئے کہ ناشر یا مرتب کی طرف سے کوئی دیباچہ، پیش لفظ یا نوٹ وغیرہ نہیں۔ مضامین تقریباً وہی ہیں جو مقالات سرسید مرتبہ عبداللہ خویشگی اور اس طرح کے بعض دوسرے انتخابی مجموعوں میں پہلے شائع ہو چکے ہیں مثلاً بحث و تکرار، اپنی مدد آپ، آزادیٔ رائے، رسم و رواج، امید کی خوشی، گزرا ہوا زمانہ، کاہلی، قدرت، اسراف حیات، ہمدردی، تعصب، تعلیم و تربیت وغیرہ۔ مرتب نے شروع میں سرسید کی ادبی خدمات پر جناب نسیم قریشی کا ایک مقالہ بھی شامل کر دیا ہے۔ یہ مقالہ اچھا لکھا گیا ہے کارآمد ہے اور نہایت سلیقے سے لکھا گیا ہے۔

پبلشر نذیر حسن پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن سے شائع کیا